محمّد علی جوہر ○ بحیثیّت شاعر

غلام مرتضیٰ آزاد

۱

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے　　اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

بیسویں صدی کے نصفِ اوّل میں تمام عالمِ اسلام مسلمانوں کے لئے میدانِ کربلا بنا ہوا تھا۔ استعماری لشکر مسلمانوں کی زمین پر چڑھ دوڑا تھا اور فرزندانِ توحید خدا کی راہ میں اپنی گردنیں کٹا رہے تھے۔ ایسے میں جب کہ مایوسی کا گرد و غبار چاروں طرف چھایا ہوا تھا، چشمِ شاعر نورِ ایمان کی مدد سے گرد و غبار کے اس پار مسلمانوں کی زندگی، فتحمندی اور کامرانی کا منظر دیکھ رہی تھی۔ یہی صورتِ حال تھی جب اقبالؒ نے کہا

دیارِ مغرب کے رہنے والو خدا کی بستی دکاں نہیں ہے
کھرا جسے تم سمجھ رہے ہو وہ اب زرِ کم عیار ہوگا
تمہاری تہذیب اپنے خنجر سے آپ ہی خودکشی کرے گی
جو شاخِ نازک پہ آشیانہ بنے گا ناپائیدار ہوگا

اس مایوس کن صورتِ حال میں جوہر کا یہ شعر

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے　　اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

جوہر کی شاعرانہ بصیرت اور سیاسی مہارت دونوں کی ایک بیّن دلیل ہے۔

۲

راقم الحروف کے نزدیک شاعری کسبی چیز نہیں، یہ ایک وہبی کمال ہے۔ اسی لئے کہا جاتا ہے

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad.　http://iri.iiu.edu.pk/

الشعرا تلامیذ الرحمٰن ۔ وہی کمال بھی کچھ ایسا کہ صد نالۂ شبگیرے اور صد آہ شرر ریزے کے بعد کہیں ایک دلآویز شعر اپنا کمال دکھاتا ہے۔ عام طور پر ایسے ہوتا ہے کہ جب اظہار و بیان کے تمام مناسب راستے مسدود ہو جاتے ہیں تو شاعری کا چشمہ خود بخود پھوٹ نکلتا ہے۔ شاعری کا جوہر محمد علی کی جبلت میں ودیعت کیا گیا تھا۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ یہ جوہر چلا پاتا رہا اور جب کامریڈ بند ہو گیا، محمد علی پر تقریر کی پابندی عائد کر دی گئی اور انہیں قید کر دیا گیا تب جا کر لوگوں پر ان کی شاعری کے جوہر کھلے۔

اب کہیں ٹوٹا ہے باطل کا طلسم حق کے عقدے اب کہیں ہم پر کھلے
اب ہوا ہے ماسوا کا پردہ فاش معرفت کے اب کہیں دفتر کھلے
فیض سے تیرے ہی اے قیدِ فرنگ بال و پر نکلے قفس کے در کھلے
جیتے جی تو کچھ نہ دکھلایا مگر مر کے جوہرؔ آپ کے جوہر کھلے

۳

جوہرؔ کی شاعری کی داستان ان کی اپنی زبان سے سنئے :-

آپ میری شاعری کو کیا پوچھتے ہیں؟ بچپن میں تو بہت سے سامان ایسے بہم ہو گئے تھے کہ میں آج زلف و ابرو کی تعریف میں خاصے شعر نکال لیتا ہوں۔ رامپور میں اس زمانہ میں پیدا ہوا تھا، جب گھر گھر مشاعرہ ہوتا تھا۔ داغؔ، امیرؔ، تسلیمؔ، جلالؔ، عروجؔ۔ دہلی اور لکھنؤ کے آسمان کے ٹوٹے ہوئے ستارے سب رامپور کے آسمان سے نور افشانی کر رہے تھے۔ خود میرے خاندان میں بھی شعر گوئی کا ذوق ہوا۔ تین چار عزیز استاد داغؔ کے شاگرد ہوئے، جن میں میرے ایک حقیقی بھائی ذوالفقار علی خاں صاحب گوہرؔ شامل تھے۔ گھر پر بارہا مشاعرہ ہوا۔ ذوالفقار علی روزانہ داغؔ کے گھر جاتے تھے جو ہمارے مکان سے دور نہ تھا مجھے بھی لے جاتے تھے۔

داغؔ نے پہلے دن پوچھا کہو کچھ شعر بھی یاد ہیں میری عمر بہت کم تھی مگر بھائی نے کچھ شعر یاد کرا دیئے تھے جنہیں میں نہایت زور و شان سے کڑک کڑک کر پڑھتا تھا۔ میں نے داغؔ ہی کے چند شعر انہیں سنا دیئے۔ سن کر پھڑک گئے اور اس کے بعد ہمیشہ اصرار رہا کہ اس بچے کو ضرور لایا کرو۔ جناب والا! اس کے بعد اگر میں یہ دعویٰ کروں کہ شعر و سخن کی گود میں پلا ہوں تو بے جا نہ ہو گا۔ سنئے میں نہ

صرف شعر وسخن کی گود میں پلا ہوں بلکہ اس کی توند پہ کودا ہوں، اسے ہاتھی بنا کر پیٹھ پر سوار ہوا ہوں۔ غرض کوئی بے ادبی یا گستاخی باقی نہیں رہی ہے جو میں نے شعر و سخن کی شان میں نہ کی ہو۔

گیارہ برس کی عمر میں علی گڑھ گیا۔ ایک بڑے بھائی نے میری موزوں گوئی کا ذکر مولانا شبلی مرحوم سے کیا، دوسرے نے میرے حافظے کی تعریف کی۔ مولانا نے ایک مصرعہ طرح دیا اور کہا کہ شعر لکھو۔ چیزے از قسم لچر پوچ اسی وقت تیار ہوگئی۔ میرا خیال ہے مولانا مرحوم پر جو سکّہ بیٹھ گیا تو وہ اسی لچر پوچ کا تھا۔ میں اسکول ہی میں تھا کہ ایک نظم انعامی میں نے بھی لکھی اور مولانا حکم ٹھہرے، انعام تو ایک کہنہ مشق بزرگ کو ملا مگر ہماری لچر گوئی کا بھی خاصا شہرہ ہوا۔ اکثر ایسا ہوا کہ ذو انفقار بھائی نے کوئی نظم لکھ دی اور ہم نے اپنی طرف سے پڑھ دی۔ مگر جب عمر ذرا زیادہ ہوئی تو امتحانوں نے فرصت نہ دی۔ خیر ایک سال آخری کالج میں خوب گزر گیا اور وہ مشاعرہ جسے بعدہٗ حسرت نے رونق بخشی ہم لوگوں ہی کا ایجاد کردہ تھا۔ مشاعرہ چودھویں کو ہوا کرتا تھا اور شمع پیش نہیں کی جاتی تھی۔ کرکٹ کا لان جائے مشاعرہ تھا۔ ایک بار چودھویں کو بارش ہوگئی تو تین چار دن مطلع صاف ہونے کی راہ دیکھ کر مشاعرہ ڈائننگ ہال میں کیا گیا۔ اس وقت میں نے اپنی غیر طرح میں اس شعر کا بھی اضافہ کر دیا

فرشِ زمرّدیں نہیں وہ چاندنی نہیں　　　لطفِ مشاعرہ تو گیا چودھویں کے ساتھ

علی گڑھ کالج میں شاعری تو کچھ کی مگر وہی فرضی معشوق۔ اگر کچھ اصلیت تھی بھی تو اتنی ہی جتنی ایران کی شاعری کو اور سبزۂ خط وغیرہ کو ایک حد تک بامعنی کر دیتی ہے۔ کالج چھوڑا تو ولایت جانا ہوا۔ یہاں البتہ شاہدانِ اصلی کی کمی نہ تھی۔ مگر ذوقِ نظارۂ جمال لاکھ سہی اور گرہ میں مال بھی ہی، تاہم طبیعت کا میلان خلافِ دستورِ عام زہد و ورع کی طرف تھا۔"

یہ اقتباسات جوہر کے ایک مکتوب بنام ماجد سے لئے گئے ہیں۔ ان اقتباسات کی روشنی میں جوہر کی شاعرانہ زندگی کی جو تصویر دکھائی دیتی ہے وہ سادہ اور پاکیزہ بھی ہے خوشرنگ اور پُرکشش بھی۔

۴

محمد علی کی شاعری کے جوہر اگرچہ جیل میں جا کر کھلے تاہم ان کی شاعری کی چند جھلکیاں ان کے ہم مکتبوں نے اسی وقت دیکھ لی تھیں جب محمد علی جوہر علی گڑھ کالج میں طالب علم تھے۔ طالب علمی کے

زمانہ میں محمد علی مسٹر تھے لندن سے پلٹ آنے کے بعد مسٹر سے مولانا بن گئے۔

۵ مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفانِ مغرب نے تلاطم ہائے دریا ہی سے ہے گوہر کی سیرابی

یہ بات نہایت دلچسپ ہے کہ مسٹر جوہر کی شاعری کا لہجہ مولانا جوہر کی شاعری کے لہجہ سے قطعاً مختلف ہے۔ ایسے لگتا ہے جیسے یہ دو الگ الگ شخصیتوں کا کلام ہے۔ مسٹر جوہر کی زمانۂ طالب علمی (۱۸۹۷ء) کی ایک غزل یہاں نقل کی جاتی ہے

مجھے انکار وصل غیر پر کیوں کر نہ شک گزرے زباں کچھ اور بوئے پیرہن کچھ اور کہتی ہے
ذرا دم لے صبا پھر سیر گل دل کھول کر کرنا ابھی یہ عندلیب کم سخن کچھ اور کہتی ہے
ارادہ تھا یہ نالوں کا ہلا دیں سلیح مسکوں کو مگر اے ہم نفس دل کی تھکن کچھ اور کہتی ہے
یقیں آنے کو تو آجائے تیرے عہد پیماں کا تری آنکھ اے بتِ عہدہ شکن کچھ اور کہتی ہے
تری خاطر بھی ہے مدِ نظر، پاس عدو بھی ہے مگر میں کیا کروں دل کی جلن کچھ اور کہتی ہے
حرم میں کر تو دے اظہار ترک مے کشی جوہر مگر کمبخت کی یہ تے دہن کچھ اور کہتی ہے

۱۹۰۷ء میں جب کہ جوہر چندے مسٹر چندے مولانا تھے۔ انہوں نے سر سید ڈے کی تقریب میں اولڈ بوائز ڈنر کے موقع پر سر سید احمد خاں مرحوم کو خطاب کر کے ایک نظم پڑھی۔ یہ نظم معنی خیز بھی ہے اور پہلو دار بھی۔ ہم اس نظم کے چند اشعار قارئین کی دلچسپی کی خاطر یہاں نقل کرتے ہیں

بیاں کس طرح ہو اے سید احمد خاں کہ کیا تم ہو ہمارے عاشق دلدادہ تم ہو دلربا تم ہو
خبر لو قوم کی کشتی کی، گو کشتی سے باہر ہو ہوئے ساحل پہ بھی تو کیا ہمارے ناخدا تم ہو
تمہارے جذبۂ دل کا اثر اب تک نمایاں ہے فدا ہے تم پہ کالج کیونکہ کالج پر فدا تم ہو
لحد پہ تیری کشکول گدائی سایہ افگن ہے کہ زیر چرخ، زیر خاک بس قومی گدا تم ہو
سکھایا تھا تمہیں نے قوم کو یہ شور و شر سارا جو اس کی انتہا ہم ہیں تو اس کی ابتدا تم ہو
تمہارے جانشیں پیرو نہیں اگلے اصولوں کے جو پگڈنڈی ہیں ٹیڑھی ہم، تو سیدھا راستہ تم ہو

یہ جوہر کا ابتدائی کلام ہے۔ ظاہر ہے ان اشعار میں وہ پختگی نہیں جو مولانا جوہر کے اشعار میں ہے مگر یہ عجیب اتفاق ہے کہ مسٹر جوہر نے شاعری میں جذبات کا اظہار جس آزادی اور روانی سے کیا ہے

مولانا جوہر اس آزادی اور روانی سے جذبات کا اظہار نہ کر سکے۔ حسان بن ثابتؓ کے متعلق بھی یہی کہا گیا ہے کہ ان کے جاہلی کلام میں جو زور اور شکوہ ہے ان کے اسلامی کلام میں وہ زور اور شکوہ نہیں اس کی جگہ سنجیدگی پختگی اور وقار ہے۔

حسرت موہانی نے شاعری کی تقسیم عارفانہ، عاشقانہ اور سوقیانہ وغیرہ اقسام میں کی ہے۔ اس ناقدانہ نظام اوزان سے تولا اور پرکھا جائے تو جوہر کی شاعری فاضلانہ اور اسلامیانہ شاعری ہے۔ ان کے ہاں غلو اور مبالغہ نہیں، شاعرانہ تعلّی نہیں۔ نہ رگِ گل سے بلبل کے پَر باندھے گئے ہیں۔ نہ شیشہ سے پتھر کو توڑا گیا ہے۔ نہ رندی ہے نہ سرمستی۔ وہ نہ تو کسی رخِ لالہ گوں کے پروانہ تھے نہ کسی کاکل پیچاں کے دیوانہ۔ پروانہ تھے تو شمعِ رسالت کے، دیوانہ اور شیدائی تھے تو اسلام کے۔ ان کا کلام سراپا معرفت اور نعت ہے۔ خدا کی حمد ہے اور اس کے حضور دُعا۔ عالمِ اسلام کی آزادی کی تمنّا ہے اور قرآن و حدیث سے اقتباسات۔

عالم میں آج دھوم ہے فتحِ مبین کی
سُن لی خدا نے قیدیٔ گوشہ نشین کی

شیطان جلد باز کا جادو نہ چل سکا
تفسیر آج ہو گئی کیدی متین کی

اس آستانِ پاک پہ گھسنا ہے چل کے سَر
سجدوں سے اور بڑھتی ہے عفّت جبین کی

وہ خود ہی کہہ رہا ہے کہا تگو مدد، مگر
ایاک شرط یاد رہے نستعین کی

ہے بدترین عذاب یہی اک شکیلت پر
یا رب کرائیو نہ اطاعت لعین کی

ہیں سب عرب میں شام، فلسطین اور عراق
ہے شرط جس کے واسطے صرف ایک دین کی

بہرِ خدا یہود و نصاریٰ کو دو نکال
یہ ہے وصیت اس کے رسولِ امین کی

۶

کسی ناقد نے ایک شاعر کی شاعری کو دوسرے شاعر کی شاعری سے ممتاز کرنے کا ایک نہایت لطیف پیرایہ اختیار کیا ہے۔ اور وہ یوں ہے۔ فردوسی کی شاعری شاہکار شاعری ہے۔ حافظ شیرازی کی شاعری یادگار شاعری ہے۔ سعدی کی شاعری نیکوکار شاعری ہے۔ خسرو کی شاعری گلوکار شاعری ہے۔ میر کی شاعری بیمار شاعری ہے۔ غالب کی شاعری پائیدار شاعری ہے۔ حالی کی شاعری

بیدار شاعری ہے۔ اقبالؔ کی شاعری سردار شاعری ہے اور ظفر علی خان کی شاعری جرار شاعری ہے
اس لطیف نقطۂ نظر سے دیکھا جائے تو جوہرؔ کی شاعری ان سب کے بیچ میں باوقار اور چمکدار
شاعری ہے۔ لطیف پیرایہ کی مناسبت سے ایک لطیفہ یاد آیا محمد علی کا تخلص جوہرؔ تھا،
ان کے بھائی ذوالفقار علی کا تخلص گوہرؔ تھا، ان کے تیسرے بھائی شوکت علی
سے کسی نے کہا حضرت آپ اسی وزن پر شوہرؔ تخلص رکھ لیں تو کیا ہی خوب ہو۔

— ۷ —

جوہرؔ اقبالؔ کے بے حد مداح تھے اور بہت حد تک ان کے کلام سے متاثر بھی تھے۔ اقبالؔ کے کلام کی طرح جوہرؔ کے کلام میں بھی خدا اور رسولؐ سے شکوہ اور شوخی کا درویشانہ انداز پایا جاتا ہے۔ مثال کے طور پر

ؔ کوثر کے تقاضے ہیں، تسنیم کے وعدے ہیں — ہر روز یہی چرچے، ہر رات یہی باتیں
معراج کی سی حاصل سجدوں میں ہے کیفیت — اک فاسق و فاجر میں اور ایسی کرامتیں
بے مایہ سہی لیکن شاید وہ بلا بھیجیں — بھیجی ہیں درودوں کی کچھ ہم نے بھی سوغاتیں
ؔ کربلا ہے، بہانۂ کوثر — جائیے صدقے اس بہانے کے

جوہرؔ کی شاعری نہ تو میرؔ کی شاعری کی طرح سادہ ہے اور نہ ہی غالبؔ کی شاعری کی طرح پرکار۔ اسے یوں بھی کہہ لیجئے کہ جوہرؔ کی شاعری سادہ بھی ہے اور پرکار بھی اور جرأت آزما بھی جب مسٹر جوہرؔ مولانا جوہر پر غالب آجائے۔

بہم تو جائے تو بہ گرمی میں مگر — سوچتا ہوں سامنے برسات ہے
ملے اک خم تو مے خانے سے ساقی — کہ ہم چھوٹے ہوئے ہیں دو برس کے
اغیار کو ہو لذّت آغاز مبارک — انجام محبت کا مزا اور ہی کچھ ہے
ہے وصل کی شب بھی تمہیں دل سے وہی پرخاش — پہلو میں پڑا رہنے دو حائل تو نہیں یہ
دلا، ڈر ہے کہیں کعبہ پہنچ کر تو نہ کہہ بیٹھے — کہ واپس چل یہاں سے اب تو یہ بُت خانہ خالی ہے
ہیں یوں تو فدا ابرِ سیہ پہ سبھی مے کش — پر آج کی گھنگھور گھٹا میرے لئے ہے

مروّت سے تری ہم بیکسوں کی شرم رہ جاتی | بھری محفل میں ساقی اک یہی پیمانہ خالی ہے
بیٹھا ہوا توبہ کی تو خیر منایا کر | ٹلتی نہیں یوں جوہرؔ اِن دیس کی برساتیں

۸

اس جرعہ جرعہ شاعری سے قارئین کی تشنگی بڑھ رہی ہے۔ میخانۂ جوہرؔ سے ہم دو ایک لبالب جام اُن کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

دَورِ حیات آئے گا قاتل کے قضا کے بعد | ہے ابتدا ہماری تری انتہا کے بعد
جینا وہ کیا کہ دل میں نہ ہو تیری آرزو | باقی ہے موت ہی دلِ بے مدعا کے بعد
تجھ سے مقابلے کی کسے تاب ہے ولے | میرا لہو بھی خوب ہے تیری حنا کے بعد
اک شہرِ آرزو پہ بھی ہونا پڑا خجل | ھل من مزید کہتی ہے رحمت دعا کے بعد
لذّت ہنوز مائدۂ عشق میں نہیں | آتا ہے لطفِ جرمِ تمنّا سزا کے بعد
قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے | اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد
ہے کس کے بل پہ حضرتِ جوہرؔ یہ روکشی | ڈھونڈیں گے آپ کس کا سہارا خدا کے بعد

تم یوں ہی سمجھنا کہ فنا میرے لئے ہے | پر غیب سے سامانِ بقا میرے لئے ہے
پیغام ملا تھا جو حسین ابنِ علی کو | خوش ہوں، وہی پیغامِ قضا میرے لئے ہے
حورانِ بہشتی کی طرف سے ہے بلاوا | لبیک! کہ مقتل کا صلا میرے لئے ہے
کیوں جان نہ دوں غم میں ترے جبکہ ابھی سے | ماتم یہ زمانے میں بپا میرے لئے ہے
توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے | یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لئے ہے
کیوں ایسے نبیؐ پر نہ فدا ہوں کہ جو فرمائے | اچھے تو سبھی کے ہیں برا میرے لئے ہے
اے چارہ گرو چارہ گری کی نہیں حاجت | یہ درد ہی دارُوئے شفا میرے لئے ہے
کیا ڈر ہے جو ہو ساری خدائی بھی مخالف | کافی ہے اگر ایک خدا میرے لئے ہے
ہیں یوں تو فدا ابرِ سیہ پر سبھی مے کش | پر آج کی گھنگھور گھٹا میرے لئے ہے

— ۹ —

یہ درست ہے کہ جوہر کی شاعری میں مشق کی کمی دل کو کھٹکتی ہے اور وہ بھی شاید اس لئے کہ جو حصہ شاعری میں تکلف اور آورد کے قائل نہیں ورنہ دیکھا جائے تو ان کے بعض اشعار حسن تخیل اور زور بیاں میں اُردو زبان کے مشہور اساتذہ کے اشعار سے کسی طرح کم نہیں۔ غالب کا مشہور شعر ہے

؎ گرنی تھی ہم پہ برق تجلی نہ طور پر دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر

اسی پر جوہر نے مصرعہ لگایا ہے،

ہے رشک کیوں یہ ہم کو سردار دیکھ کر دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر

قارئین تنقید کے ترازو میں دونوں شعروں کو تول کر خود ہی موازنہ کر لیں۔ مولانا الطاف حسین حالی کا شعر ہے

؎ تعزیر جرم عشق ہے بے صرفہ محتسب بڑھتا ہے اور ذوق گنہ یاں سزا کے بعد

اسی مضمون کو جوہر نے نہایت خوب الفاظ میں بیان کیا ہے

؎ لذت ہنوز مائدۂ عشق میں نہیں آتا ہے لطف جرم تمنا سزا کے بعد

بات صرف اتنی ہے کہ ع کچھ شاعری ذریعۂ عزت نہیں مجھے کے مصداق جوہر شاعری کو اپنی مقبولیت اور شہرت کا وسیلہ نہیں بنانا چاہتے تھے ورنہ وہ شاعری پر ذرا زیادہ توجہ مبذول کرتے تو بقولِ امام شافعی

ولولا الشعر بالعلماء یزری لکنت الیوم اشعر من لبید

— ۱۰ —

ایک اور قابلِ ذکر چیز یہ کہ جوہر کے اشعار میں وہ وجد آور غنائیت نہیں جو ان اشعار میں ہے جن میں محمد علی کے ساتھ جذبہ عقیدت کا اظہار کیا گیا ہے مثلاً

؎ بولیں اماں محمد علی کی جان بیٹا خلافت پہ دے دو

یا

اقبال کے وہ اشعار جو محمد علی کا استقبال کرتے ہوئے امرتسر کے جلسہ میں خود اقبال نے

ترنم کے ساتھ پڑھ کر سنائے تھے۔

۵ ہے اسیری اعتبار افزا جو ہو فطرت بلند — قطرۂ نیساں ہے زندانِ صدف سے ارجمند
مشک اذفر چیز کیا ہے اک لہو کی بوند ہے — مشک بن جاتی ہے ہو کر نافۂ آہو میں بند
ہر کسی کی تربیت کرتی نہیں قدرت مگر — کم ہیں وہ طائر کہ ہیں دام و قفس سے بہرہ مند

شہپرِ زاغ و زغن در قید بند و صید نیست
ایں سعادت قسمتِ شہباز و شاہیں کردہ اند

حبیب بینک کی
۴ نئی اور بے مثال بچت کی اسکیمیں
ڈپازٹ گروتھ سرٹیفکیٹ
ڈپازٹ گروتھ انشورنس سرٹیفکیٹ
۵ سالہ خصوصی فکسڈ ڈپازٹ اکاؤنٹ
انعامی سیونگز اکاؤنٹ